UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب پر مغربی مفکرین کے تاثرات:
یاک وارڈن برگ کے خصوصی حوالے سے ایک تنقیدی جائزہ

Western Views of the Muslim Study of Religions: A Critical Overview with Special Reference to Jacques Waardenburg

Dr. Muhammad Akram
Assistant Professor, Department of Comparative Religion,
International Islamic University, Islamabad, Pakistan.

Abstract:

Muslim study of religions before modern times has claimed the attention of some modern Western scholars. At least three developmental phases of this nascent discursive field are discernable. Firstly, Western views of Muslim writings on different religions started appearing as prefaces, marginal notes, and introductions to the edited manuscripts since the early decades of the nineteenth century. In the next phase, instead of focusing on single books, some scholars started discussing a cluster of Muslim writings on a given religious tradition such as Christianity or Judaism. In the third phase, a few scholars have attempted to present more encompassing and systematic surveys of the Muslim perceptions of other religions. Jacques Waardenburg (1930-2015) is one such scholar, and therefore his views get a special mention in the present paper. The argument is that it is the self-understanding of the academic study of religion that defines the Western scholars' appraisals of the classical Muslim contributions in this field. The paper proposes that the descriptive studies on religions and the polemics can and should be distinguished as two separate spheres of the classical Muslim intellectual tradition for better prospects of cooperation between the Muslim and Western traditions in the study of religion.

Keywords: *Muslims, the study of religion, polemics, Western scholars, mutual perceptions, methodology.*

تعارف:

اسلامی تہذیب کے دورِ عروج میں مطالعۂ مذاہب کی ایک روایت رہی ہے جسے علم مقالات الفرق [1] اور الملل والنحل [2] کے ناموں سے جانا جاتا تھا۔ علم الکلام کے حاشیے پر ظہور پذیر ہونی والی یہ روایت مغربی جدیدیت کے زیر اثر پروان چڑھنے والے مطالعۂ مذاہب(Religious Studies) یا تقابل ادیان (Comparative Religion)کے عصری مضمون سے بہت پہلے کی ہے اس لحاظ سے مسلمان اس پر بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں، مگر ہمارے ہاں اس ضمن میں کچھ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے اور گاہے اس طرح کا مبالغہ کیا جاتا ہے کہ اس کی گرد

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

میں حقیقی فخر والی بات بھی دھندلا کر رہ جاتی ہے۔ یہ باور کرانے کے لیے کہ جدید زمانے سے قبل ہی مسلمان بڑے پیمانے پر مطالعۂ مذاہب میں مصروف تھے اور اسے ایک مکمل علمی شعبے (Discipline) کی شکل دے چکے تھے، بعض اوقات مسلم علمی تاریخ کا سارا مناظرانہ لٹریچر بھی اس ضمن میں شامل کر لیا جاتا ہے۔[3] مگر ایسا کرنا علمی طور پر درست نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ اہل مذہب کی ایک دوسرے کے رد میں لکھی جانے والی کتب کو جامعات کے عصری عالمی نظام میں "مطالعہ" کے زمرے میں شمار نہیں جاتا اور ظاہر ہے ہمیں جس میدان میں اپنے آپ کو منوانا ہوتا ہے اس کے اصول وضوابط کے مطابق چلنا پڑھتا ہے،[4] اور دوسرے اس لیے بھی کہ مناظرانہ سرگرمی صرف اہل اسلام کے ہاں ہی نہیں بلکہ دوسری مذہبی روایات میں بھی پائی جاتی تھی۔ اگر صرف اس بات کو مدِ نظر رکھ لیں کہ لفظ 'مناظرہ' باب مفاعلہ سے ہے جس کی خصوصیت مشارکت ہے یعنی فعل میں دونوں طرف سے شرکت ہوتی ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ تاریخ میں اگر مسلمانوں نے مناظرانہ کتب لکھیں تو ان کے مقابلے میں بھی ایسی کتب لکھی گئیں۔ مثال کے طور پر قرون وسطی کے معروف مسیحی الٰہیّات دان تھامس اکوینس (Thomas Aquinas; 1225-1274) کی کتاب *Summa contra Gentiles* بنیادی طور پر مسلمانوں اور یہودیوں کے رد میں لکھی گئی تھی۔[5] اور لگ بھگ اسی زمانے سے تعلق رکھنے والے یہودی الٰہیّات دان موسیٰ بن میمون (Moses Maimonides;1135−1204) نے **دلالۃ الحائرین** لکھی جس کا ہدف مسلمان اور مسیحی تھے۔[6] ان کتابوں کی الٰہیّات (Theology) کے میدان میں اہمیت سے قطع نظر بالعموم ان کو "مطالعۂ مذاہب" کی تاریخ کا حصہ نہیں مانا جاتا بلکہ انہیں مذاہب کے آپسی مباحثوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے کچھ ہی عرصہ بعد معروف مسلمان عالمِ دین احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ (1328/728-1263/661) نے **الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح** لکھی جو مسیحیت کے خلاف تھی۔[7] تو ظاہر ہے اس کتاب کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا جائے گا جس میں پہلی دو کتابوں کو کیا جاتا ہے۔ چناں چہ اگر مناظرانہ لٹریچر کو بنیاد بنا کر مسلم تہذیب میں مطالعۂ مذاہب شروع ہونے کی بات کی جائے گی تو ایسا دعویٰ کرنے میں مسلمان اپنے آپ کو اکیلا نہ پائیں گے۔

پس سمجھ لینا چاہیے کہ مطالعۂ مذاہب کی جس منفرد مسلم روایت کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جس کا اقرار بعض غیر جانبدار مغربی اسکالر بھی کرتے ہیں، اس کی بنیاد ان کتب پر ہے جو بڑی حد تک وصفی اور تاریخی معلومات کے انداز میں مذاہب پر لکھی گئیں۔ مثلاً ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی (1048/443–973/362) کی کتاب **التحقیق ماللہند من مقولہ معقولہ فی العقل اومرذولہ** جس کو اختصار کے ساتھ **التحقیق ماللہند** یا صرف **کتاب الہند** کہہ دیا جاتا ہے،[8] اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی (1153/553–1086/479) کی کتاب **الملل والنحل**۔[9] اس طرح

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

کی مثالیں اور بھی ہیں جن میں سے کچھ آج تک محفوظ ہیں اور کچھ کا ذکر تو ہم تک پہنچا ہے مگر اب وہ ناپید ہیں۔ یا پھر دوسرے درجے میں ایسی کتب جو لکھی تو مذہبی مباحث کے انداز میں گئیں مگر ان میں منہجی اختراع (Methodological innovation) کا پہلو پایا جاتا ہے، مثال کے طور پر علی بن احمد بن حزم (384/994-456/1064) کی کتاب **الفصل فی الملل والاھواء والنحل**[10] جس میں نقدِ نص (Textual criticism) کا ایسا منہج متعارف کیا گیا ہے جو بعد ازاں جدید مغرب میں نقدِ بائبل (Biblical criticism) کے نام سے پروان چڑھا۔[11] حاصل بحث یہ ہے کہ اسلامی ثقافتی تاریخ میں مطالعۂ مذاہب کی ایک ایسی گراں قدر روایت رہی ہے جس کی مثال دوسری تہذیبیں پیش نہیں کر سکتیں، اور اسکی اٹھان ایسی تھی کہ اگر یہ مزید پروان چڑھتی تو کچھ بعید نہیں تھا کہ اسے مدرسی نظام تعلیم میں دیگر علوم وفنون کے ساتھ مستقل علمی مضمون کے طور جگہ مل جاتی۔ مگر ہمیں تکلف کے ساتھ اس روایت کے حجم کو بڑھا کر دکھانے کی ضرورت ہے نہ اس کا کوئی فائدہ۔ کیونکہ علمی دنیا میں اہم بات یہ نہیں ہوتی کہ آپ نے کتنا بڑا دعویٰ کیا ہے، اہم بات یہ ہوتی ہے کہ جو دعویٰ آپ کر رہے ہیں وہ کتنا معقول، واقع کے مطابق اور دلائل کے اعتبار سے ناقابل تردید ہے۔

دراصل اپنے حجم سے قطع نظر راسخ العقیدہ مسلم معاشرے میں ادیان و مذاہب کا وصفی مطالعہ کسی بھی سطح پر پایا جانا ہی بہت اہم نظری اور منہجی سوالات اٹھانے کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ عصرِ حاضر میں دنیا کی اکثر جامعات میں پایا جانے والا معروضی مطالعۂ مذاہب کا شعبہ مغربی جدیدیت، خاص طور پر روشن خیالی (Enlightenment) میں سامنے آنے والی عقلانیت، دین اور دنیا کی تقسیم کے تصور (Secularism) اور سائنسی انداز فکر، نیز گلوبلائزیشن کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مذہبی تعددیت کے شعور کا شاخسانہ مانا جاتا ہے۔[12]
تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کے تہذیبی تجربے سے گزرے بغیر اسلامی علمی روایت میں وصفی اور تاریخی انداز کا مطالعۂ مذاہب آخر کیسے ممکن ہوا؟ کیا اسلامی ثقافتی تاریخ میں فکری اڑان اور علمی جستجو کی کوئی ایسی خاص اُپج نشو نما پا چکی تھی کہ شہرستانی جیسے متکلم بے باکانہ دوسرے مذاہب کے بارے میں تحقیق میں لگ گئے اور البیرونی نے براہ راست کوئی حکم لگائے بغیر[13] صرف ہندوؤں سے منسوب اقوال کی تحقیق کے لیے زندگی کے کئی قیمتی سال خرچ کر دیے؟ چناں چہ البیرونی نے بہت صراحت کے ساتھ اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھ دیا کہ: "یہ کتاب بحث ومناظرہ کی کتاب نہیں ہے کہ ہم مخالف کے دلائل بیان کر کے جو ان میں سے حق کے خلاف ہیں ان کی تردید کریں۔ یہ صرف نقل حقائق کی کتاب ہے۔"[14] اس سے بھی زیادہ اہم بات اس امکان کا سامنے آنا ہے کہ اگر مغربی تہذیبی تجربے اور جدیدیت کی غیر موجودگی میں ایک دوسری ثقافت ماضی میں مطالعۂ مذاہب کی قابل اعتناء

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

طرح ڈال سکی تو ایسا آج کے غیر مغربی معاشروں میں بھی ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ مضمون اپنی نظری بنیادوں کے لیے مغربی تہذیبی تجربے کا لازمی طور پر محتاج نہیں۔ اس لیے مطالعۂ مذاہب کی قدیم مسلم روایت کی اہمیت اس کے حجم میں نہیں بلکہ اس کے تاریخی تناظر، اختراعی نوعیت اور اس سے وابستہ نظری اہمیت کے سوالات میں تلاش کرنی چاہیے۔

چناں چہ کئی مغربی مفکرین نے ماضی میں مسلمانوں کے ہاں پائی جانے والی مطالعۂ مذاہب کی اس روایت کو سنجیدگی سے لیا ہے اور اس پر اظہار خیال کیا ہے۔ کچھ نے اپنے تجزیے میں اس حوالے سے آجکل کے مسلم معاشروں کی صورتحال پر بھی گفتگو کی ہے۔ ان مفکرین کے تاثرات جاننا اس لیے اہم ہے تاکہ کسی حد تک اندازہ ہو سکے کہ بیرونی دنیا ہمارے اس ورثے کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔ اس لیے کہ جس طرح آئینے کے سامنے کھڑے ہونے سے ہمیں اپنے خدوخال کی زیادہ اچھی شناخت ہوتی ہے اسی طرح اگر ہم اپنی علمی روایت کو اپنے علاوہ دوسروں کی نظر سے بھی دیکھیں تو اسے زیادہ گہرائی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ نیز اس سے مختلف ثقافتوں کے درمیان نظری اور منہجی سطح پر مکالمے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے جس کی ضرورت سے آجکل کے کثیر جہتی اور تکثیری معاشروں میں کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ زیر نظر مقالہ اسی سمت ایک متواضع کوشش ہے۔

چونکہ زیر بحث موضوع پر بات کرنے والے مغربی اسکالرز کی مجموعی تعداد اتنی ہے کہ ان سب کی آراء کا تفصیلی تجزیہ ایک مقالے میں ممکن نہیں ہے اس لیے یہاں ایسی آراء کے ایک طائرانہ جائزے کے بعد یاک وارڈن برگ (Jacques Waardenburg;1930-2015) کے تاثرات کا قدرے تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا جو ہماری معلومات کی حد تک اس موضوع پر سب سے زیادہ کام کرنے والے اسکالر ہیں۔ یہ تحدید اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ کم از کم ایک شخصیت کے خیالات کو پورے سیاق و سباق کے مطابق دیکھا جا سکے۔ وگرنہ گاہے اس ضمن میں بھی یوں سطحیت دیکھنے میں آتی ہے کہ منفی آراء[15] کو نظر انداز کر کے بڑے اور معروف اسکالرز کے چند سطری تعریفی جملوں کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اکٹھا کر لیا جاتا ہے[16] اور اس کو **'الفضل ما شہدت بہ الاعداء'** (ایسی فضیلت کہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں) مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً مشہور مؤرخ تقابل ادیان ارک جے شارپ Eric J. Sharpe کے حوالے سے اس میدان میں مسلمانوں کی علمی سبقت کا اقرار نقل کر لینا مگر اس بات کو نظر انداز کر دینا کہ انہوں نے یہ اقرار بطور خاص شہرستانی کی کتاب کے بارے میں کیا ہے جس کا منہج وصفی ہے، نیز یہ کہ ایسا دوسری تاریخی مثالوں کے ضمن میں محض بر سبیل تذکرہ کیا ہے۔[17] اگر اس طرح کی چند بر سبیل تذکرہ تعریفی سطروں کی بنیاد پر کسی کو لگتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کے سارے مناظرانہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

لٹریچر کو مطالعۂ مذاہب کے عصری مضمون کا حصہ مان لیا گیا ہے تو یہ خود فریبی کے سوا کچھ اور نہیں۔ دراصل ایسا کرنا مغرب سے لاشعوری مرعوبیت کے وجہ سے ہوتا ہے، گویا کہ کسی مغربی محقق کی قلم سے جھڑا ایک آدھ نگینہ بھی ہماری علمی روایت کے تاج میں سج کر اس کو معتبر بنا سکتا ہے۔ اس طرح کے اتھلے رویے علمی روایات کے درمیان معنی خیز مکالمے اور باہمی استفادے کے لیے فائدہ مند نہیں ہوتے۔

تاثرات کے مراحل اور اقسام:

مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب پر بات کرنے والے مغربی اسکالرز میں سب سے پہلی کھیپ کا تعلق انیسویں صدی سے شروع ہونے والی اس تحریک سے ہے جس کے تحت مختلف علوم وفنونِ اسلامیہ پر مشتمل مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور ترجمہ کر کے انہیں شائع کیا جاتا تھا۔ شاید آج اسلامی تاریخ میں مطالعۂ مذاہب پر ہماری معلومات بہت ناقص ہوتیں اگر ان محققین نے اس موضوع پر دبے ہوئے خزینے اپنی محنت شاقہ سے منصۂ شہود پر نہ لائے ہوتے۔ مثال کے طور پر ولیم کیورٹن (William Cureton; 1808-1864) نے 1842ء میں شہرستانی کی کتاب **الملل والنحل** کے مخطوطات کی تحقیق کی اور پھر اسے انگریزی ترجمہ کر کے شائع کیا۔[18] پھر 1850ء میں تھیوڈور ہاربریوکر (Theodor Haarbrüker; 1818-1880) نے اس کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔[19] البیرونی کی **کتاب الہند** کا انگریزی ترجمہ ایڈورڈ سی ساخاؤ (Edward C. Sachau; 1845-1930) نے 1910ء میں کیا اور اسے اپنے تعارفی دیباچے کے ساتھ شائع کیا۔[20] مخطوطات کی تحقیق اور ترجمے کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ ان میں سے بیشتر محققین جب مختلف مخطوطات پر تحقیق کے بعد کسی کتاب کے متن کو مرتب کر کے شائع کرتے تو دیباچے میں کتاب اور اس کے مصنف کا تعارف بھی کراتے۔ گاہے مخصوص مقامات پر حاشیہ لکھ کر وضاحت کے ساتھ ساتھ اپنی رائے کا اظہار بھی کر دیتے۔ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تاریخِ اسلام میں مطالعۂ مذاہب پر مغربی مفکرین کے اولین تاثرات کتابوں کے دیباچوں اور حواشی کی صورت میں سامنے آئے۔ ان میں سے اکثر کی رائے متعلقہ کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں توصیفی ہوتی۔ لیکن ان اسکالرز میں سے کئی کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ جس کتاب تک ان کی رسائی ہوئی ہے اسلامی تہذیبی تاریخ میں اسی موضوع پر اور بھی کئی کتب موجود ہیں اس لیے وہ اپنے سامنے کتاب کو ایک روایت کے حصہ کے طور پر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بہرحال ان اسکالرز کی خدمات قابل قدر ہیں۔

دوسرے مرحلے میں کچھ مغربی اسکالرز نے دیباچوں اور حواشی سے آگے بڑھ کر کسی مخصوص مسلمان مصنف یا پھر کسی متعین مذہب پر مسلمانوں کے علمی کام کو مربوط تجزیے و تبصرے کا موضوع بنانا شروع کیا۔ اس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

نوعیت کے کام کی مثالیں بہت ہیں جن میں سے یہاں دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ کسی مخصوص مسلمان مصنف کی علمی کاوشوں کا جائزہ لینے کی ایک اہم مثال ڈیوڈ تھامس (David Thomas) کا ابو عیسیٰ محمد الوراق(994 / 384 - 889/275) پر کام ہے۔ تھامس کی اولین کتاب *Anti-Christian Polemic in Early Islam: Abū ʻĪsā al-Warrāq's "Against Trinity"* الوراق کی تثلیث پر بحث کو موضوع بناتی ہے۔[21] جبکہ الوراق پر ہی ان کی ایک دوسری کتاب *Early Muslim Polemic against Christianity: Abū 'Īsā al-Warrāq's "Against the Incarnation"* خدا کی تجسید کے حوالے سے ہے۔[22] اگرچہ الوراق کا کام بڑی حد تک مناظرانہ ہے اور اس لحاظ سے ہمارے موجودہ مقالے کے موضوع سے باہر نظر آتا ہے مگر جیسا کہ خود تھامس نے لکھا ہے الوراق کا سارا کام مناظرانہ نہیں تھا۔ متعدد تاریخی مصادر میں ان کی ایک مفقود تحریر **کتاب مقالات الناس** کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے زمانے میں معروف مذاہب کا ایک جامع اور وصفی بیان تھا۔[23] اس حوالے سے تھامس لکھتے ہیں:

"Its descriptive objectivity singles out the *Kitāb Maqālāt al-Nās* as an extraordinarily unusual work which can justifiably be called one of the first Islamic histories of religion. While it may have exemplified the flowering of religious and intellectual self-confidence of early Abbasid time, it remains a work of singular insight whose author is revealed as a most independently mined inquirer into all forms of truth."[24]

چناں چہ قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کے دوسرے مذاہب پر کام کے پیچھے کارفرما محرکات میں تھامس جزوی طور پر علمی دلچسپی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا یہ تجزیہ دلچسپ ہے کہ مسلمانوں کی دوسرے مذاہب میں دلچسپی کا باعث بڑی حد تک وہ حدیث قرار دی جاسکتی ہے جس میں اہل کتاب کے بہتر فرقوں کا ذکر اور مسلمانوں کے تہتر فرقے بن جانے کے پیشین گوئی کی گئی ہے۔[25] تھامس کے اس تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا دوسرے مذاہب پر کام کا 'ذات' اور 'غیر' کے تصور سے گہرا تعلق تھا۔

انفرادی مسلمانوں کے کام پر تاثرات کی دوسرے مثال کے طور پر جرمن اسکالر واسی لیوس کلائن (Wassilios Klein) کا ذکر کیا جاسکتا ہے جنھوں نے البیرونی کے مطالعۂ مذاہب پر ایک پوری کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ کیا مسلم تاریخ میں مطالعۂ مذاہب ایک باقاعدہ علم (*Wissenschaft*) کی شکل اختیار کرچکا تھا؟ پھر اس کا جواب یہ کہہ کر نفی میں دیتے ہیں کہ البیرونی کے علاوہ ہمیں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان مصنف ملتا ہے جس نے مذہبی مباحثہ کی بجائے سائنسی انداز میں مذاہب پر لکھا ہو۔[26] کلائن کی رائے دراصل جدید مطالعۂ مذاہب کے ایک خاص مکتبِ فکر کے تابع نظر آتی ہے جو فلفسہ وجوبیت (Positivism) سے متاثر ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

اس مکتب فکر کے مطابق مذہب کا مطالعہ "سائنسی" ہونا چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی مذہب کی الٰہیات (Theology) سے واضح فاصلہ رکھتے ہوئے صرف قابل مشاہدہ (Empirical) مذہبی پہلوؤں پر فوکس رکھا جائے۔[27] جبکہ اس کے برعکس ایک دوسرا رجحان بھی پایا جاتا ہے، جس کے مطابق مذہب انسانی دنیا سے تعلق رکھنے والی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو سمجھنے کے لیے آپ کو انسانوں کے باطن میں جھانکنا پڑتا ہے۔ صرف قابل مشاہدہ مذہبی اعمال اور سرگرمیوں تک محدود رہنے سے آپ کا فہم سطحی بلکہ ادھورا رہ جائے گا۔ پس آپ کو کھلے دل کے ساتھ اہل مذہب کی دنیا کے قریب آنا ہوگا،[28] کیونکہ اہل مذہب ہی یہ بتا سکتے ہیں کہ سامنے نظر آنے والی مذہبی رسومات و علامات میں ان کے نزدیک کیا معنویت پائی جاتی ہے۔[29] اور معنویت سے متعلق مباحث الٰہیّات سے مکمل طور پر جدا نہیں کیے جاسکتے۔ ظاہر ہے اس نظری فرق کا گہرا اثر اس بات پر پڑے گا کہ آپ کس علمی کام کو مطالعۂ مذاہب کا حصہ مانیں گے اور کس کو نہیں۔ چناں چہ مذہب کے انسانی پہلو پر زور دینے والے مفکرین کے نزدیک کسی حد تک جدید مطالعۂ مذاہب کا الٰہیّات کے ساتھ تعلق اور دنیا کی مختلف علمی اور ثقافتی روایات کا اس مضمون کی تشکیل میں نظری اور منہجی کردار قبول کیا جانا چاہیے۔[30]

ایسے مغربی مفکرین جنھوں نے مسلمانوں کے کسی خاص مذہب پر کام کو موضوع بحث بنایا ہے ان کی مثال کے طور پر سٹیون واسرسٹروم (Steven Wasserstrom) کا ذکر کیا جاسکتا ہے جنھوں نے بطور خاص مسلمانوں کے مطالعۂ یہودیت پر کام کیا ہے۔[31] نیز مسلمانوں کے زیر نگیں پروان چڑھنے والی عمومی ثقافت میں مطالعۂ مذاہب کے ظہور پر ایک دلچسپ مقالہ لکھا ہے، جس میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"As I have indicated, there is general agreement among historians of the history of religions that Islamicate civilization produced the greatest pre-modern historical studies of world religions."[32]

واسرسٹروم، مارشل ہوجسن (Marshall Hodgson;1922-1968) سے ایک اصطلاح مستعار لیتے ہوئے مطالعۂ مذاہب کی اس تاریخی روایت کو 'اسلامی' کی بجائے 'Islamicate' کہتے ہیں جس سے ان کی مراد یہ ہے کی اس روایت کی تشکیل میں مسلمانوں کے زیر اثر رہنے والے غیر مسلموں کا بھی حصہ تھا۔ بہر حال یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ واسرسٹروم کھلے دل کے ساتھ اس روایت کو مطالعۂ مذاہب کے مضمون کی تاریخ کا اہم حصہ قرار دے رہے ہیں۔

کمیلا اڈینگ (Camilla Adang) نے قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کے مطالعۂ یہودیت اور عبرانی بائبل کو اپنا بنیادی موضوع بنایا ہے۔ اگرچہ ان کا تعلق اسرائیل سے ہے مگر اس لحاظ سے ان کا ذکر مغربی مفکرین

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

کے ذیل میں کیا جا سکتا ہے کہ وہ یورپی اسکالرز کے ساتھ مل کر کام کرتی رہی ہیں۔ نیز ایک مصری مصنف، محمد جلاء ادریس نے اسرائیلی اسکالرز کے کام کو استشراق یعنی مغربی علمی روایت ہی کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔[33] اڈینگ کی کتاب *Muslim Writers on Judaism and the Hebrew Bible: From Ibn Rabban to Ibn Hazm* اس موضوع پر ان کا اہم ترین کام ہے،[34] جس میں وہ علی بن ربن الطبری(251/865-194/810) سے لیکر ابن حزم تک نو مسلمان مصنفین کے مصادر اور موضوعات وغیرہ پر تاریخی نقطۂ نظر سے تبصرہ کرتی ہیں۔ وہ بطور خاص یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ آیا واقعی ابن حزم نے مطالعۂ نص کا کوئی نیا منہج متعارف کرایا تھا جیسا کہ عموماً باور کیا جاتا ہے یا وہ بس پہلے سے چلی آ رہی ایک روایت کے امین تھے؟ اس ضمن میں اڈینگ کا یہ مؤقف بڑا اہم ہے کہ ابن حزم جس منہج کو استعمال کرتے ہیں وہ بڑی حد تک مسلمان مصنف پہلے ہی استعمال کر رہے تھے۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ ابن حزم کا اسلوب تو نِرا مذہبی مباحثے والا ہے جبکہ ان کے بعض سابقین کا انداز اتنا مناظرانہ نہیں تھا۔[35] بہر حال اڈینگ کے نزدیک مجموعی طور پر تمام مسلمان مصنفین کا بائبل کے بارے میں مؤقف بیک وقت قبول ورد ّ کا ہے جس کی جڑیں قرآن کے اندر پائی جاتی ہیں۔ یعنی اس کی آسمانی اساس کا اقرار جبکہ جس شکل میں یہ اب موجود ہے اس کا انکار۔

اسی طرح بروس لارینس(Bruce B. Lawrence)نے مسلمانوں کے مطالعۂ ہندومت پر خصوصی توجہ دی ہے۔ انہوں نے شہرستانی کے مطالعۂ ہندومت پر ایک مکمل کتاب اور کچھ مقالات لکھے ہیں۔[36] نیز البیرونی کے ہندو ثقافت پر کام، بطور خاص ان کے مذہبی نصوص سے استفادے کی نوعیت پر بھی کام کیا ہے۔[37] مطالعۂ ہندومت کے حوالے سے دونوں کے مناہج کا تقابل کرتے ہوئے لارینس کہتے ہیں کہ البیرونی کے مقابلے میں شہرستانی کی معلومات ثانوی یا بعض اوقات تیسرے درجے کے مآخذ سے لی گئی ہیں اور ان کا نقطۂ نظر محض مذہبی ہے۔ اس لیے جدید دور میں قدیم ہندی مذہبی تاریخ کے طالب علم کے لیے ان کے کام کی خاص اہمیت نہیں ہے۔ تاہم ان کے نزدیک ایک بات میں البیرونی اور شہرستانی دونوں برابر ہیں، وہ یہ کہ دونوں نے اپنے پیچھے محنتی جانشین چھوڑے جنہوں نے ان کے شروع کردہ کام کو آگے بڑھایا۔[38] چناں چہ مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب کے بارے میں ان کا مجموعی نقطہ نظر مثبت ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"The Comparative study of religions has been rightly acclaimed as one the greatest contributions of Muslim civilization the mankind's intellectual progress."[39]

گویا مطالعۂ مذہب کے منہج کی نوعیت کے حوالے سے اوپر مذکور دو رجحانات میں سے لارینس کا جھکاؤ اس طرف نظر آتا ہے کہ اگر مطالعے کی عمومی نوعیت وصفی ہو تو کسی قدر مختلف ثقافتی تناظر قابل قبول ہو سکتے ہیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

تیسرے مرحلے میں، جس کی ابھی شروعات ہی ہوئی ہیں، یورپ اور شمالی امریکہ سے چند ایک ایسے اسکالرز بھی سامنے آئے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب کا بحیثیت مجموعی جائزہ لیا ہے۔ باقی مفکرین کے تاثرات یا تو کسی اور بحث کے دوران ضمنی طور پر آئے ہیں یا پھر انہوں نے مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب کے کسی متعین پہلو پر ہی بات کی ہے۔ اس ضمن میں سب سے بڑا نام یاک وارڈن برگ کا ہے جنہوں نے اس موضوع پر متعدد تحریریں چھوڑی ہیں مگر اسی طرح کا جامع کام کرنے والے ایک ابھرتے ہوئے اسکالر پیٹریس بروڈیور (Patrice C. Brodeur) ہیں جو مانٹریال یونی ورسٹی کے 'ادارہ برائے مطالعۂ مذاہب' (Institute of Religious studies) کے ساتھ وابستہ ہیں۔[40] دلچسپ بات یہ ہے کہ بروڈیور کے نزدیک خود اسلام کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کے دوسرے ادیان کے ساتھ تعلقات کو سمجھنا بہت اہم ہے۔[41] اگرچہ ان کے کام کا حجم وارڈن برگ کے مقابلے میں بہت کم ہے، مگر وہ مطالعۂ ادیان کی جدید مغربی اور مسلم روایات کے آپسی تعلق اور ممکنہ اشتراک عمل کے لیے ایک نظری فریم ورک تیار کرنے کی اچھوتی کوشش کرتے ہیں جس کی بنیاد وہ انفرادی اور اجتماعی شناختوں کی تشکیل میں 'ذات' اور 'غیر' کی باہمی جدلیت کو بناتے ہیں۔ اسی نقطۂ نظر کو لے کر وہ مختلف ثقافتوں کے درمیان علمی تبادلۂ باہمی کا تصور پیش کرتے ہیں۔ ان کا یہ تصور اتنا اہم ہے کہ اس پر محض تاثرات کے ضمن میں نہیں بلکہ الگ سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی نوعیت کا ایک اور جامع کام جس کے کثرت سے حوالے ملتے ہیں وہ گی مونو (Guy Monnot) کی فرنچ زبان میں کتاب *Islam et Religions* ہے۔[42] افسوس ہم فرنچ نہ جاننے کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ نہیں کر سکے۔ چناں چہ ذیل میں مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب پر مغربی مصنفین کے تاثرات کی تیسری اور اہم ترین قسم میں سے خصوصیت کے ساتھ صرف یاک وارڈن برگ پر بات کی گئی ہے۔

یاک وارڈن برگ اور مسلم مطالعۂ مذاہب

یاک وارڈن برگ مسلمانوں کے دوسرے مذاہب کے بارے میں تصور اور رویوں پر سب سے زیادہ کام کرنے والے مصنف ہیں۔ وہ جدید مطالعۂ مذاہب بطور ایک مضمون کے عمومی مؤرخ کے طور پر شہرت رکھتے ہیں[43] مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کا فوکس اسلام، مطالعہ اسلام، اور مسلمانوں کا دوسرے مذاہب کا تصور بھی رہا ہے۔ 1990ء کی دہائی سے بطور خاص ان کی توجہ مسلمانوں کے دیگر مذاہب سے تعلقات اور ان کے بارے میں تصورات کی طرف مڑ گئی۔ اس دہائی سے پہلے اور بعد میں کی گئی تصانیف کے موضوعات وارڈن برگ کے رجحان کی اس تبدیلی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ 1990ء میں انہوں نے ایک کانفرنس میں اپنا مقالہ بعنوان "Muslim Notions of

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

"Religion as Manifested in the Interreligious Discourse" پیش کیا۔[44] اس کے بعد 1995 میں ان کی ایک کتاب *Scholarly Approaches to Religion, Interreligious Perceptions and Islam* منظرِ عام پر آئی۔[45] 1998ء میں انہوں نے ایک تحقیقی مضمون لکھا جس میں انہوں نے چند اہم مسلم ممالک میں مطالعہ ٔمذاہب کی صورتحال کا سروے کیا۔[46] اسی سال ایک ضخیم کتاب بعنوان *Islam and Christianity: Mutual Perceptions Since the Mid-20th Century* تصنیف کی۔[47] اگلے سال ان کی کتاب *Muslim Perceptions of Other Religions: A Historical Survey* شائع ہوئی، جو کہ اپنے موضوع پر آج تک کی سب سے جامع کتاب مانی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ ایک تالیف شدہ کتاب ہے لیکن وارڈن برگ نے 100 صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا ہے جس میں آج تک کی ثقافتی تاریخ میں تمام قابل ذکر مسلم اسکالرز کے مطالعہ ٔمذاہب پر کئے گئے کام پر تبصرہ کیا گیا ہے۔[48] اس مؤقر کام کے بعد 2003ء میں موصوف کی ایک اور تالیف شدہ کتاب *Muslims and Others: Relations in Context*[49] شائع ہوئی۔ آخر میں انہوں نے ایک اور کتاب بعنوان *Muslims as Actors: Islamic Meanings and the Muslim Interpretations in the Perspective of the Study of Religions* تصنیف کی جس میں بنیادی طور پر اسلام کے بارے میں خود مسلمانوں کے مختلف نقطہ ہائے نظر، کلاسیکی مغربی مطالعہ اسلام (Islamic studies) اور جدید مطالعہ ٔمذاہب، خاص کر اس کے ظاہراتی سکول (Phenomenology of religion) کا دلچسپ تقابلی جائزہ لیا ہے۔ مگر اس کتاب کا بنیادی فوکس ان مختلف پہلوؤں سے مطالعہ ٔاسلام ہے نہ کہ مسلمانوں کا مطالعہ ٔمذاہب۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ وارڈن برگ کی مسلم اور جدید مغربی علمی روایات پر گرفت نہایت مضبوط، مطالعہ کا دائرہ وسیع اور نظر گہری ہے۔

ہم وارڈن برگ کے تاریخی سروے سے ابتدا کرتے ہیں، جو دراصل انہوں نے اپنی کتاب *Muslim Perceptions of Other Religions: A Historical Survey* کے مقدمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ اس سروے کو انہوں نے عیسوی صدیوں کے اعتبار سے مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے، جو یہ ہیں: قرون اولیٰ (610-650)، قرونِ وسطیٰ (650-1500)، ماڈرن (1500-1950) اور حال (1959-1995)۔ ان کا خیال ہے کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ تعامل نے محمد ﷺ کی پیغمبرانہ دعوت میں اہم کردار ادا کیا۔[50] نیز ان کا یہ بھی نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام ابتداء میں ایک مذہبی تحریک کے طور پر شروع ہوا تھا جس نے بتدریج ایک "مکمل مذہب" کی شکل اختیار کی۔[51] چناں چہ اس تحریک کو وہ تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں: ابتدا میں شرک کا رد، پھر یہودیت اور مسیحیت کی اصلاح کا دور، اور آخر میں ایک آفاقی توحید کا اعلان اور اس کے ساتھ مربوط ایک مکمل سماجی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

اور سیاسی نظام۔[52] دلچسپ بات یہ ہے کہ وارڈن برگ نے ان تین مراحل کو بالترتیب قرآنی اصطلاحات 'حنیفیت'، 'ملت ابراہیمی' اور 'دین الحق' سے منسلک کیا ہے۔[53] تاہم ان قرآنی اصطلاحات کو اسلام کی ارتقاء کے تین مختلف مراحل کے طور پر مان لینا محل نظر ہے۔ نیز قرآن کریم پہلی دو اصطلاحات کو ایک ہی تصور کے طور پر بیان کرتا ہے نہ کہ دو الگ الگ مفاہیم کے طور پر۔[54] پھر وارڈن برگ کا کہنا ہے کہ بغور مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کا دوسرے مذاہب سے تعامل دو مختلف جہتوں میں ہوا۔ ایک سیاسی اور سماجی عوامل کے تحت اور دوسرا پیغمبرانہ وحی کی بنیاد پر مذہبی تصورات کو عملی جامہ پہنانے کے ضمن میں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بھی مسلمانوں کے دیگر مذاہب سے تعامل کی یہی دو بنیادیں رہیں، یعنی سیاسی و سماجی معاملات اور مذہبی تصورات۔[55]

مسلمانوں کے دیگر مذاہب سے تعامل کے ان بنیادی نکات کی وضاحت کے بعد یہ سروے دوسرے دور (یعنی قرون وسطیٰ) میں داخل ہوتا ہے۔ بقول وارڈن برگ یہ دور چھٹی صدی کے نصف سے پندرہویں صدی کے اواخر تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یورپی تاریخ کے برخلاف، قرونِ وسطیٰ کے مسلم علماء دوسری تہذیبوں کے مذاہب میں خاصی دلچسپی لیتے تھے۔ تاہم اسی پیراگراف میں مسلمانوں کے "مطالعۂ مذاہب" کی اصطلاح پر معنی خیز واوین کا اضافہ کرکے تحسین کے ان الفاظ پر پانی بھی پھیر دیا گیا ہے۔ مزید برآں وہ لکھتے ہیں کہ کچھ حدود و قیود اس دور میں "مطالعۂ مذاہب" کے پھلنے پھولنے میں رکاوٹ بنی رہیں۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ موصوف دنیا اور زندگی کے بارے میں اس وقت کے رائج تصورات کو "اسلامی" اور "قرونِ وسطیٰ" کے خیالات کہہ کر "حدود و قیود" قرار دے رہے ہیں۔ اس باب کے تعارفی حصے کے اختتام میں وارڈن برگ لکھتے ہیں۔

"On the whole, any Muslim interest in non-Muslims, their ideas and practices, seems to have been practical rather than inquisitive. This outlook was culturally renounced since Muslims at the time saw others from their own vantage point of being "lords of the two worlds" who had very little to learn from others."[56]

اس طرح مصنف نے مطالعۂ مذاہب میں مسلمانوں کی دلچسپی پر دیئے گئے شروع کے تعریفی کلمات کی معنویت بہت ہی گھٹا دی ہے۔

قرونِ وسطیٰ کی مسلم تہذیب میں دیگر مذاہب سے متعلق نشوونما پانے والے طرزِ فکر اور رویوں کو وارڈن برگ نے درج ذیل سات اقسام میں تقسیم کیا ہے: ۱) دوسرے مذاہب کو جاننے میں عدم دلچسپی۔ ۲) نو مسلموں کے بارے میں شکوک و شبہات اور ان کے عقائد اور افکار کو کفریہ خیال کرنا۔ ۳) مختلف "فرقوں" (بشمول

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

دیگر مذاہب) کے متعلق جاننے میں دلچسپی تاکہ ان کا ابطال کیا جاسکے۔ ۴) ایسے نو مسلم جو اسلام لانے کے بعد بھی اپنے گذشتہ مذاہب کو قابل تحسین سمجھتے تھے ان کی اپنے سابقہ مذاہب میں دلچسپی۔ ۵) دیگر مذاہب اور ثقافتوں میں موجود جزوی حق جو اسلام میں پورے کمال کے ساتھ موجود ہے اس کو اپنی اصل میں "اسلامی" قرار دینا۔ ۶) جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق مجموعی طور پر دلچسپی کا رجحان، جس کے تحت مختلف علاقوں میں قیام پذیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کا مذہبی تنوع کا مطالعہ اور اس کو ایک تاریخی حقیقت کے طور پر لینا۔ ۷) تصوف کی طرف رغبت کی وجہ سے آسمانی وحی کو عالمگیر سمجھنا، اور یہی وہ احساس ہے جس نے دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کے لیے مثبت رویہ اپنانے کی بنیاد مہیا کی۔[57] دیگر مذاہب کے بارے میں مسلمانوں کے تصور یا طرزِ عمل کی اس تقسیم کے کچھ نکات محل نظر ہیں۔مثال کے طور پر یہ دعویٰ کمزور لگتا ہے کہ تاریخی اسلامی میں نو مسلموں کے عقائد اور ایمان کے بارے میں شکوک شبہات کا اظہار کیا جاتا تھا۔ جب کہ کچھ دیگر نکات معقول اور حسب واقع معلوم ہوتے ہیں۔چناں چہ وارڈن برگ کا یہ ماننا درست معلوم ہوتا ہے کہ گاہے دوسرے مذاہب کی اچھی نظر آنے والی تعلیمات میں مسلمان اپنے ہی دین کی حقانیت کا عکس ڈھونڈھ رہے ہوتے تھے۔مثال کے طور پر برصغیر پاک وہند میں بعض مسلم مفکرین کے طرف سے ہندوؤں کے فلسفۂ ویدانت کو اسلامی عقیدۂ توحید کے طور پر دیکھا گیا۔[58] گویا وارڈن برگ کے نزدیک مسلمانوں کا مطالعۂ مذاہب ایک حد تک خود شناسی کا ایک عمل بھی تھا۔

قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے تصور مذاہب پر عمومی گفتگو کے بعد وارڈن برگ اس دور کے چار اہم علماء کی خدمات پر خصوصیت کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ان میں ابن حزم، البیرونی، شہرستانی اور ابو المعالی شامل ہیں۔ پہلے کی طرح اس باب کے آغاز میں بھی وارڈن برگ مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Medieval Muslim authors gave some very interesting accounts of others religions….three of [them] have acquired a reputation beyond the borders of Islam itself and may be considered as forerunners of the modern study of religions."[59]

دیکھا جاسکتا ہے کہ کیسے ایک بار پھر وارڈن برگ زیر بحث موضوع پر مسلم علمی روایت کی فضیلت اور سبقت کو مان کر گفتگو کی ابتداء کرتے ہیں۔ان کے مطابق مذکورہ چاروں اسکالرز میں ایک بات قدرِ مشترک ہے کہ وہ دوسرے ادیان کو پرکھنے کا معیار عقل کو بناتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مطالعے کو روحانیت سے پاک رکھا اور تصوف اور دیگر قیاس آرائیوں سے مغلوب نہ ہوئے۔اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"This view of reason seems to me to be a firm point of departure in the study of other religions and comparative religions in general."[60]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

اسلامی علمی روایت میں معقولات اور منقولات کی تقسیم معروف ہے۔[61] اس لحاظ سے دیکھیں تو وارڈن برگ مسلم مطالعہ مذاہب کی روایت کو گویا معقولات کے ذیل میں رکھ رہے ہیں جو کسی حد تک حسب واقع لگتا ہے۔ اگرچہ تفصیل میں جائیں تو یوں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ دوسروں کے مذہبی اعتقادات کو بلا کم و کاست بیان کر دینا، جس کا رجحان کچھ مسلم مصنفین کے ہاں نظر آتا ہے، محدثین اور مسلم مؤرخین کے علم روایت سے بھی میل کھاتا ہے، جس کی رو سے ایک ہی موضوع پر متعدد روایات کو سند کے ساتھ بلا کم و کاست بیان کر دیا جاتا ہے اور ان میں ترجیح کو متکلمین، فقہاء، مفسرین اور شارحین کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مزید تفصیل میں جائیں تو وارڈن برگ قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کے دوسرے مذاہب کے بارے میں علم کو محدود اور اساسی طور اسلامی تصورات اور مصادر سے ماخوذ مانتے ہیں۔ چناں چہ وہ اپنی ایک دوسری کتاب میں مسلمانوں کے دوسرے ادیان کے علم کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"I would say that there is no evidence that Muslims saw either Buddhist or Hindu or Jewish and Christian people and faiths at all. What they saw in fact were images developed within their own cultural and religious orbit…..This was a collection of Islamocentric materials."[62]

خیال رہے کہ یہاں وہ صرف اوپر مذکور چار مسلمان مصنفین کی بات نہیں کر رہے جنھوں نے دوسرے مذاہب پر کوئی علمی کام کیا ہے بلکہ مسلم معاشرہ کے بحیثیت مجموعی دوسرے ادیان و مذاہب کے بارے میں تصور پر تبصرہ کر رہے۔ اصل میں وارڈن برگ کا بنیادی موضوع مسلمانوں کے دوسرے مذاہب کے بارے میں ہر طرح کے علمی اور غیر علمی تصورات (Perceptions) اور رویے ہیں اور وہ ہمیشہ اس مخصوص علمی روایت کی بات نہیں کر رہے ہوتے جسے اس مقالہ میں مسلمانوں کے 'مطالعہ مذاہب' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی لیے مختلف مواقع پر ان کے تبصروں میں فرق نظر آتا ہے۔

وارڈن برگ نے ایک اور بہت اہم مؤقف یہ اپنایا ہے کہ اوائل میں دوسرے مذاہب کو جاننے کا رجحان انہی مسلمانوں میں دیکھنے میں آیا جو متداول اور روایتی مذہبی نظامِ فکر سے کسی حد تک باہر تھے۔ انہوں نے بطورِ مثال جن شخصیات یا گروہوں کو پیش کیا گیا ہے ان میں نوبختی (وفات: 912ء)، ابن بابویہ (وفات: 1001ء)، شہرستانی، کہ جن پر بقول ان کے شیعوں کا ہمدرد ہونے کا الزام ہے، ابو المعالی، جنہوں نے 1092ء میں **بیان الادیان** کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، اخوان الصفا (دسویں صدی عیسویں) کے بعض نظریات اور اسماعیلی فرقہ شامل ہیں۔ مگر ان کا یہ مؤقف محل نظر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ زمانے میں مذاہب پر کام کرنے والی بہت سی اہم شخصیات کو یقینی طور پر متداول اور روایتی مذہبی نظامِ فکر کا حصہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ان میں تین ایسی شخصیات بھی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

شامل ہیں جن کا خود وارڈن برگ خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جدید مطالعۂ مذاہب کے اسلاف میں ان کا شمار کرتے ہیں یعنی ابن حزم، البیرونی اور شہرستانی۔[63] ابن حزم اور البیرونی کے "روایتی" (Traditional) یا سوادِ اعظم کا حصہ ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں۔ رہا شہرستانی کا معاملہ تو وہ اشعری مکتبہ فکر سے وابستگی میں معروف ہیں۔ ان کے راسخ العقیدہ ہونے کے حوالے سے کی جانے والی بد گمانی پر مشہور محدث تاج الدین السبکی حیرت کا اظہار کر کے اسے مسترد کرتے ہیں۔[64] اسی طرح ان کے تشیّع کی طرف میلان ہونے کی بات قیاس آرائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دیگر مؤرخین نے بڑے رسوخ کے ساتھ اس الزام کا رد کیا ہے۔[65] تاہم وارڈن برگ کی یہ بات ماننے والی ہے کہ دیگر مذاہب کے مطالعے میں قابل قدر خدمات ان مسلمان مفکرین کی طرف سے سامنے آئیں جنہیں مختلف تہذیبی مراکز کے براہ راست مشاہدے کا موقع ملا اور جن کا رہن سہن ہی مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے مخلوط معاشروں میں تھا۔ البیرونی نے زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان میں گزارا جبکہ شہرستانی اور ابو المعالی کا اصل مسکن فارس تھا جس کی ثقافتی حدود عرب کے علاوہ چین، ہندوستان اور وسطی اشیاء سے ملتی تھیں۔

عصرِ حاضر میں دیگر ادیان کے بارے میں مسلمانوں کے تصورات پر کیا گیا وارڈن برگ کا کام کافی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس موضوع پر ابھی تک بہت کم قلم اٹھایا گیا ہے۔ 1988ء میں عالمی ایسوسی ایشن برائے تاریخ مذاہب (International Association for the History of Religions) کے زیر اہتمام جرمنی کے شہر ماربرگ (Marburg) میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کا مقصد دنیا کے مختلف ممالک، بشمول مسلم ممالک، میں مطالعۂ مذاہب کر سرگرمیوں کو درپیش نظری چیلنجز پر بات کرنا تھا۔ اس موقع پر وارڈن برگ نے مسلمانوں معاشروں اور یورپ و شمالی امریکہ میں مطالعۂ مذاہب کی صورتِ حال میں تین اہم فرق بیان کیے۔ (الف) مشرقِ وسطیٰ میں ابھی تک مذہب کو اجتماعی شناخت کی بنیاد مانا جاتا ہے اس لیے وہاں ایسے مطالعۂ مذاہب کا پروان چڑھنا بہت مشکل ہے جو تعصب سے پاک ہو۔ (ب) زیادہ تر مسلمان مطالعۂ مذاہب کو یہودی یا مسیحی، یا مغربی لبرل ازم یا سرمایہ دارانہ نظام کو اپنانے کے مترادف قرار دے کر اپنے لیے غیر موزوں اور مضر سمجھتے ہیں۔ (ج) زیادہ تر مسلم مفکرین عصری مطالعۂ مذاہب کو "استشراق" ہی سے تعبیر کرتے ہیں چناں چہ وہ اس کو ایک علمی مضمون سے زیادہ مغربی اسکالرز کی طرف سے اپنی تہذیب کے دفاع، یا اس بھی آگے بڑھ کر ان کی طرف سے اسلام پر ایک حملے کے طور پر دیکھتے ہیں۔[66]

اس کے تقریباً دس سال بعد ایک مقالے میں، جس کا عنوان "Observations on the scholarly study of religions as pursued in some Muslim countries" ہے، انہوں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

نے عصرِ حاضر میں مختلف مسلم ممالک میں مطالعہ ٔمذاہب کی صورت حال، دیگر مذاہب کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر اور اس سلسلے میں حائل مشکلات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلم ممالک میں دیگر مذاہب پر لکھی گئی زیادہ تر کتابیں یا تو مناظرانہ ہیں یا معذرت خواہانہ، جن کی ابتداء اس مفروضے سے ہوتی ہے کہ اسلام واحد سچا اور حتمی دین ہے۔ تاہم کچھ ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن کا اندازِ بیان وصفی ہے اور جو آخر میں عقلی دلائل کی بنیاد پر ہی فیصلہ صادر کرتی ہیں۔[67] مطالعہ ٔمذاہب کی ابتداء کے حوالے سے وہ مسلم اور یورپ کی تہذیبی تاریخ کا تقابل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح یورپی اسکالرز نے نشاۃ ثانیہ، رومانیت اور روشن خیالی جیسی تحریکوں کی بدولت اس مضمون کی طراح ڈالی، تو موجودہ مسلمانوں کے لیے قرونِ وسطیٰ سے تعلق رکھنے والے البیرونی اور شہرستانی جیسے علماء کیوں مشعل راہ نہیں بن سکتے؟ جبکہ مغربی تہذیبی تجربہ ان کے لیے ایک محرک کا کردار ادا کر سکتا ہے۔[68]

اس سے تقریباً پانچ سال بعد ان کا نقطۂ نظر خود احتسابی کا پہلو بھی لیے ہوئے ہے جس کے تحت وہ مختلف انسانی معاشروں کے درمیان تفاہم کی بات کرتے ہیں جس کے لیے مغربی جدیدیت کے تصورات کو مسلمہ ماننے سے آگے بڑھنا ہو گا۔ ان کے اپنے الفاظ میں:

"Slowly, indeed, a new view of humanity seems to be emerging: as a reality of people who are incredibly diverse, fundamentally different, "others" for each other. In former times, from a Western perspective, humanity was classified according to religions, races, cultures, states. Nowadays we can no longer have such an overall view of humanity from above, so to speak."[69]

بلاشبہ مسلمانوں کے مطالعہ ٔمذاہب پر وارڈن برگ کی نظر گہری ہے۔ اس موضوع پر موصوف کا کام مواد جمع کرنا، اسکی منطقی طریقے سے شیرازہ بندی کرنا اور پھر اس پر اپنے تیئں معتدل انداز میں تجزیہ کرنا ہے۔ واسرسٹروم نے ان کے منہج کو وصفی، تحلیلی، اور کتابیات پر مشتمل قرار دیا ہے۔[70] وارڈن برگ کو استشراقی علمی روایت کے بارے میں مسلمانوں کے تحفظات کا بخوبی ادراک ہے۔ نیز انہیں اندازہ ہے کہ مذہب کے قابل مشاہدہ رسوم واعمال اور اہل مذہب کے ہاں ان کی معنویت دونوں کو سمجھنا اہم ہے۔[71] اپنے طویل علمی کیریئر کے دوران انہوں نے تدریج کے ساتھ اس امر کا احساس بھی ہو گیا تھا کہ مختلف، تہذیبوں، ثقافتوں اور علمی روایات کی اپنی پہچان ہے اور کسی ایک علمی روایت کے مبادیات کو مسلّمہ مان کر دنیا کے دوسری علمی روایات کے محاکمے کی روش بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس سب کے باوجود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مخمصے سے نہیں نکل سکے کہ عملی طور پر ایسا کیسے ہو گا؟ ایک طرف تو وہ لچک اختیار کرتے ہوئے مسلم علمی روایت سے علمی مکالمے کے لیے ایک قدم آگے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

بڑھاتے ہیں مگر دوسری طرف مغرب کی کلاسیکی علمی روایت انہیں واپس کھینچ کر وہیں لے جاتی ہے جہاں سے بات چلی تھی۔ چناں چہ مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب کے لیے وارڈن برگ کے تجزیے کی نظری بنیادیں مجموعی طور پر ان کی اپنی یورپی علمی روایت میں پیوست رہتی ہیں۔

مثال کے طور پر جب وہ قرونِ وسطیٰ کے چار مسلمان علماء کے عقل کو مطالعۂ مذاہب کا محور بنانے کو سراہتے ہیں تو ساتھ ہی یہ پخ بھی لگا دیتے ہیں کہ دوسرے مذاہب میں ان کی دلچسپی محض علم کے حصول کے لیے نہ تھی۔[72] اس تبصرے میں دو علمی اصول فرض کیے گئے ہیں: پہلا عقلانیت کا ایک مخصوص مغربی تصور اور دوسرا یہ کہ کسی علمی موضوع میں دلچسپی محض علم کے لیے ہونی چاہیے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ مختلف معاشروں میں عقل کے استعمال کے پیمانے عقلانیت کی جدید مغربی روایت سے مختلف ہوں۔ اسی طرح علمی کام کو عملی مقاصد و محرکات سے لازما الگ رکھنا، علمی معیار کی کوئی بدیہی شرط نہیں ہے۔ اس کے برعکس پیغمبرِ اسلام ﷺ سے جو مسنون دعائیں مروی ہیں ان میں یہ دعا بھی شامل ہے: "اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے۔"[73]

وارڈن برگ کے مثبت اور منفی تبصروں کے محسوس ہونے والے تضاد کی ایک وجہ ان کے کام کا پھیلاؤ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ان کے پیشِ نظر مسلم ثقافتی تاریخ میں پائے جانے والی صرف معروضی مطالعۂ مذاہب کی روایت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا دوسرے مذاہب کے بارے میں مجموعی رویہ ہے۔ چناں چہ انہوں نے نسبتاً معروضی مطالعۂ مذاہب کے لیے معروف چار مصنفین کو تو جدید مطالعۂ مذاہب کے اسلاف میں شمار کیا، مگر جب وہ مسلمانوں کی مجموعی علمی اور مذہبی ثقافت کے بارے میں بات کرتے ہیں، جس میں مناظرانہ لٹریچر بھی پایا جاتا ہے، تو پھر انہیں مسلمانوں کا دوسرے مذاہب کی طرف رویہ غیر علمی اور مخاصمانہ لگتا ہے۔

بہر حال مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب کے بارے میں وارڈن برگ کا تجزیہ مسلم اور مغربی علمی روایتوں میں کچھ غلط فہمیوں کو ختم کرتا ہے تو کچھ نئی غلط فہمیوں کو جنم دینے والا بھی ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کا نقطۂ نظر ایسا ہے جیسے ایک علمی روایت کسی دوسری علمی روایت سے گفتگو کرنے کے بجائے اس کے بارے میں یک طرفہ طور پر اظہارِ خیال کر رہی ہو۔ معنی خیز علمی مکالمے اور تفاہم بین الثقافات کی ضرورت کے وارڈن برگ بھی قائل ہیں۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں گفتگو سے بڑھ کر ایک دوسرے سے گفتگو کی جائے، ایسا برابری کی سطح پر ہو، اور معقول اخذ و قبول کی توقع ہر دو جانب سے ہو۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

خاتمہ:

آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب پر مغربی مفکرین کے تاثرات ملے جلے ہیں۔اس لیے کسی ایک طرح کی آراء کو سیاق وسباق سے ہٹ کر اکھٹا کر لینا علمی طور پر مناسب نہیں ہے۔ درج بالا صفحات میں جن مفکرین پر بات ہوئی ہے ان کے تاثرات کے فرق کا ایک سبب ان کے اپنے منہجی رجحانات کا تنوع ہے۔ان میں سے کچھا کا واشگاف الفاظ میں یا بین السطور ماننا یہ ہے کہ جدید مطالعۂ مذاہب ایک ایسے سائنسی منہج پر مبنی مضمون ہے جو ساری دنیا کے لیے اور ہر زمانے میں یکساں لاگو ہوتا ہے، جیسا کہ دوسرے سائنسی میدانوں میں ہوتا ہے۔ جب اس تصور کو لے کر وہ مسلمانوں کی علمی میراث کو پرکھتے ہیں تو انہیں مسلم تاریخ میں دوسرے مذاہب پر لکھی گئی کتب سائنسی معیار کے مطابق نہیں لگتیں۔ یہی وجہ ہے کہ واسی لیوس کھلائن البیرونی کے سوا کسی مسلمان مصنف کے کام کو سائنسی قرار نہیں دیتے۔ دوسری طرف کچھ اسکالرز ایسے ہیں جو جدید مطالعۂ مذاہب پر مغربی ثقافتی اثرات کا ادراک رکھتے ہیں اور مذہب جیسی پیچیدہ، متنوع اور انسان کے باطن سے تعلق رکھنے والی حقیقت کو سمجھنے کے لیے آفاقی سائنسی منہج کے تصور کو محلِ نظر سمجھتے ہیں۔ان کا ماننا یہ کہ مذہب کا مطالعہ علمی تو ضرور ہونا چاہیے مگر اس حوالے سے مختلف علاقائی تناظر اور ثقافتی نقطہ ہائے نظر کو بھی مناسب جگہ ملنی چاہیے۔ چناں چہ ہم نے دیکھا کہ کیسے واسرسٹروم کھل کر قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی خدمات کو مطالعۂ مذاہب کی تاریخ کا ایک اہم باب قرار دیتے ہیں۔

اگر خصوصیت کے ساتھ یاک وارڈن برگ کی بات کی جائے تو ان کی آراء باہم متضاد دکھائی دیتی ہیں۔ بعض مقامات پر وہ مسلمانوں کی دوسرے مذاہب میں دلچسپی کی روایت کو علمی مانتے ہوئے ایک آدھ تعریفی جملہ لکھ دیتے ہیں لیکن ساتھ میں اگر مگر لگانا نہیں بھولتے۔ بہر حال وہ کھلائن کی طرح ساری مسلم روایت کے بارے میں منفی حکم لگانے میں قدرے احتیاط کرتے ہیں۔ وہ نہ تو مسلم تاریخ میں مطالعۂ مذاہب کی روایت کو یکسر مسترد کرتے ہیں نہ واضح طور پر اس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کا ابتدائی رجحان یورپی اسکالرز کے اسی مکتب فکر سے قریب تھا جو دنیا بھر کے لیے یکساں منہجی اصول کا تصور رکھتا ہے مگر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اس شعبے کو درپیش بین الثقافتی چیلنجز کا کافی حد تک ادراک ہو چکا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ نظری طور پر تو مان چکے تھے کہ مطالعۂ مذاہب ایک بین الثقافتی مضمون ہونا چاہیے مگر اس تصور کے عملی انطباق کے حوالے سے ابھی ان کے ذہن میں کوئی واضح خاکہ نہ تھا۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

دوسری طرف مغربی اسکالرز کے تاثرات کا تعلق اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ وہ مسلم علمی تاریخ کے کس حصے کو مدِ نظر رکھ کر رائے زنی کر رہے ہیں۔ جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ان میں سے کچھ نے مسلمانوں کو مطالعۂ مذاہب کے علم کا مؤجد تک قرار دیا ہے۔ دراصل ان مفکرین کے پیشِ نظر مطالعۂ مذاہب کی وہ مخصوص مسلم روایت ہوتی ہے جس میں بنیادی طور پر وصفی رنگ پایا جاتا ہے جیسے کہ البیرونی اور شہرستانی کا کام یا پھر ابن حزم جیسا کام جس میں منہجی اختراع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اور جن مغربی اسکالرز نے مسلم روایت کو غیر علمی یا غیر سائنسی قرار دیا ہے ان کے سامنے مناظرانہ لٹریچر سمیت پوری مسلم علمی روایت ہوتی ہے۔ مثلاً وارڈن برگ مسلمانوں کے وصفی مطالعۂ مذاہب اور مناظرانہ لٹریچر کو 'Perceptions of other religions' کے نام سے اکٹھا کر لیتے ہیں۔ اب چونکہ 'Perceptions' علمی بھی ہو سکتی ہیں اور غیر علمی بھی، اس لیے وہ مسلم روایت کے لیے 'Study of religions' کی اصطلاح استعمال کرنے سے گریز کرتے نظر آتے ہیں، اور یوں چند محتاط توصیفی کلمات سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے وصفی مطالعۂ مذاہب کو ایک مستقل روایت کے طور پر نہیں دیکھ پاتے۔ اس کے برعکس تھامس، الوراق کی مناظرانہ کتابوں کے باوجود ان کی ایک مفقود کتاب کے اقتباسات کی بنیاد پر ان کو وصفی مطالعۂ مذاہب کی تاریخ میں اہم مقام دیتے نظر آتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ایک ہی مؤلف کی علمی کاوشوں میں سے بھی مناظرانہ مباحث اور وصفی مطالعہ کو اپنے اپنے طور پر دیکھنا چاہیے۔ جب ایسا ہے تو مجموعی مسلم تاریخ سے عصری تقاضوں سے مطابقت رکھنے والے وصفی مطالعۂ مذاہب کو مناظرانہ مباحث سے الگ کر کے علمی اور سائنسی کیوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟ اگر اس نقطے کو مدِ نظر رکھا جائے تو مطالعۂ مذاہب کی مسلم اور مغربی روایات میں باہمی آہنگی کے امکانات بھی بہت بڑھ جاتے ہیں۔

ذرا غور کریں تو مسلم تاریخ کی ایک اچھوتی علمی روایت کو مناظرانہ لٹریچر کے اندر دفن کر دینے کی کچھ مغربی مفکرین کی روش موجودہ زمانے کے بعض سادہ لوح مسلمانوں کے ہاں بھی نظر آتی ہے جیسا کہ اس مقالے کے شروع میں اشارہ کیا گیا ہے۔ دراصل جب تک تقسیمِ کار کے اصول کے تحت خود مسلم اہل دانش کی طرف سے مناظرانہ لٹریچر اور وصفی مطالعۂ مذاہب کو الگ الگ سرگرمی کے طور پر شناخت نہیں کیا جائے گا اس وقت تک مسلم تہذیب کی تاریخی سبقت کا غیر جانبدار حلقوں میں کماحقہ اعتراف ہو گا نہ آج مسلمان دنیا بھر کی جامعات میں قائم مطالعۂ مذاہب کے ہزاروں شعبہ جات میں کوئی خاص جگہ بنا سکیں گے۔ مسلمانوں کے اسلاف کے کارناموں پر بہترین خراج تحسین ان کی علمی میراث کو آج کی دنیا کے علمی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے آگے بڑھانا ہی ہو سکتا ہے۔ اگر بطور مسلمان ہم اس شعبے میں عالمی سطح پر قابل ذکر حد تک اپنی جگہ بنا پائیں گے تو پھر البیرونی اور شہرستانی جیسے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

اسلاف کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اس میدان میں اسلامی تناظر بھی دنیا کے سامنے لا سکیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ وصفی مطالعۂ مذاہب کا اسلامی تناظر بھلا کیا ہو سکتا ہے؟ تو اس پر الگ سے کچھ معروضات پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] مصطفیٰ بن عبد اللہ الشہیر بحاجی خلیفہ و کاتب چلبی، **کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، المجلد الثانی (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، تاریخ ندارد)، 1782۔

[2] ایضاً، 1820۔

[3] مثلاً دیکھیے: محمود علی حمایہ، **تحفۃ الاریب فی رد اہل الصلیب: للقس انسلم تورمیدا الشہیر بعبد اللہ الترجمان الاندلسی** (القاہرہ: دار المعارف، 1984)، 13-19۔

[4] واضح رہے کہ اپنے متعلقہ فورم پر مناظرہ بذاتِ خود کوئی شجرِ ممنوع نہیں ہے۔ اور اگر اسلام کے حوالے سے بات کی جائے تو علماء اپنے اپنے ذوق اور مہارت کے مطابق مذہبی مباحثے، وعظ اور افتاء وغیرہ کرتے رہیں گے، مگر عصری جامعات میں مطالعۂ مذاہب کے شعبہ جات کو ان سرگرمیوں کے لیے مناسب فورم نہیں سمجھا جاتا۔ جامعات کو نئے حقائق کی دریافت، پہلے سے معلوم حقائق کے نت نئے معانی کی بازیافت اور ممکنہ حد تک معروضی تحقیق و تدریس کی جگہ مانا جاتا ہے۔ ہاں اپنا کردار بطریق احسن اور عصری تقاضوں کے مطابق ادا کرنے کے لیے علماء جامعات میں ہونے والی تحقیقات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جامعات کے مختلف علمی شعبہ جات سے وابستہ افراد علماء سے دینی راہنمائی لے سکتے ہیں۔ یوں تقسیمِ کار کے اصول کے تحت افراد کی سطح پر منقسم سرگرمیاں اجتماعیت کی سطح پر باہم مربوط ہو سکتی ہیں۔

[5] Thomas Aquinas, *The Summa contra Gentiles* (London: Burns Oates & Washbourne, 1924).

[6] Moses Maimonides, *The Guide for the Perplexed*, M Friedländer, tr. (London: Routledge & Kegan Paul, 1904).

[7] احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، **الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح** (الریاض: دار العاصمۃ، 1999)۔

[8] ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، **التحقیق ماللہند من مقولہ معقولہ فی العقل اومرذولہ** (حیدر آباد، الدکن: مطبوعات دائرہ معارف عثمانیہ، 1958)۔

[9] محمد عبد الکریم الشہرستانی، **الملل والنحل** (البیروت: دار الفکر، تاریخ ندارد)۔

[10] علی بن احمد بن حزم، **الفصل فی الملل والاھواء والنحل** (بیروت، دار المعرفہ، 1395ھ)۔

[11] Hava Lazarus-Yafeh, *Intertwined Worlds: Medieval Islam and Bible Criticism* (Princeton: Princeton University Press, 1992), 130.

[12] Slavica Jakelić & Jessica Starling, "Religious Studies: A Bibliographic Essay," *Journal of the American Academy of Religion* 74, no. 1 (2006): 194.

[13] Ahmad Hasan Dani, "Al-Bīrūnī's Indica- A Re-Evaluation," in *Al-Bīrūnī Commemorative Volume: Proceedings of the International Conference Held in Pakistan*

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

on the Occasion of Millenary of Abū Raīhān Muhammad ibn Ahmad Al-Bīrūnī, Hakim Mohmmed Said, ed. (Karachi: Hamdard Academy, 1979), 182.

[14] ابوریحان بیرونی، **کتاب الہند**، ترجمہ: سید علی اصغر (دہلی: انجمن ترقی اردو، تاریخ ندارد)، 8-9۔

[15] P.D. Chantepie de la Saussaye, *Manual of the Science of Religion*, vol.1 (London: Longmans, Green, and Co. 1891), 3; Abrahim H. Khan, "The Academic Study of Religion with reference to Islam" *The Scottish Journal of Religious Studies* 11, no. 1 (1990): 43.

[16] Kamar Oniah Kamaruzaman, *Early Muslim Scholarship in Religionswissenschaft* (Kuala Lumpur: International Institute of Islamic Thought and Civilization, 2003), 1.

[17] J. Sharpe Eric, *Comparative Religion: A History* (London: Duckworth, 2003), 11.

[18] Muhammad Al-Shahratāni, *Book of Religious and philosophical sects by Muhammad Al-Shahratāni. Now first edition from collection of several mss. by Rev. William Cureton* (London: Society for the publication of oriental texts, 1842).

[19] Muhammad b. 'Abd al-Karīm al-Shahrastānī, *Religionsparteien und Philosophen-Schulen*, trans. Theodor Haarbrüker (Halle: C. A. Schwetschke und Sohn, 1850; reprint, Hildesheim:Georg Olms Verlag,1969).

[20] Abū Rayhān Muḥammad ibn Aḥmad al-Bīrūnī, *Albernuni's India. An account of the religion, philosophy, literature, geography, chronology, astronomy, customs, laws and astrology of India about A.D. 1030 (with notes and indices. By Dr. Edward C. Sachau)*, trans. Edward C. Sachau, 2 vols., vol. 2 (London: Kegan Paul, Trench, Trübner, 1910).

[21] David Thomas, ed., *Early Muslim Polemic against Christianity: Abū 'Īsa Al-Warrāq's "Against the Trinity"* (Cambridge: Cambridge University Press, 1992).

[22] David Thomas, ed., *Early Muslim Polemic against Christianity: Abū 'Īsa Al-Warrāq's "Against the Incarnation"* (Cambridge: Cambridge University Press, 2002).

[23] David Thomas, "Abū ʻĪsa Al-Warrāq and the History of Religions," *Journal of Semitic Studies* 61, no. 2 (1996): 283.

[24] ایضاً: 289-290۔

[25] ایضاً: 284-285۔

[26] Wassilios Klein, *Abu Reyhan Biruni und die Religionen. Eine interkulturelle Perspective* (Nordhausen: Traugott Bautz, 2005).

[27] Russell T. McCutcheon,"The Common Ground on Which Students of Religion Meet": Methodology and Theory within the IAHR. *Marburg Journal of Religion* 1, no. 2 (2015), https://doi.org/10.17192/mjr.1996.1.3780.

[28] Kitagawa, Joseph M. "Humanistic and Theological History of Religions with Special Reference to the North American Scene." *Numen* 27, no. 2 (1980): 198-221.

[29] Jacques Waardenburg, *Muslims as Actors: Islamic Meanings and the Muslim Interpretations in the Perspective of the Study of Religions* (Berlin: Walter de Gruyter, 2007), 31.

[30] Muhammad Akram, "Internationalization of the Study of Religion and Its Methodological Challenges," *Islamic Studies* 55, no. 3 (2019):374-75.

[31] Steven Mark Wasserstrom, "Species of Misbelief: A History of Muslim Heresiography of the Jews" (University of Toronto, 1986).

[32] Steven M. Wasserstrom, "Islamicate History of Religions?," *History of Religions* 27, no. 4 (1988).

[33] محمد جلاء ادریس، **الاستشراق الاسرائیلی فی المصادر العبریۃ** (القاہرۃ: العربی، 1995)۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochjrs-v3i22142020

[34] Camilla Adang, *Muslim Writers on Judaism and the Hebrew Bible: From Ibn Rabban to Ibn Hazm* (Leiden: E.J. Brill, 1996).

[35] ایضاً: 252۔

[36] Bruce B. Lawrence, *Shahrastānī on the Indian Religions*, ed. Leo Laeyendecker and Jacques Waardenburg, Religion and Society (The Hague: Mouton, 1976); Bruce B. Lawrence, "Shahrastānī on Indian Idol Worship," *Studia Islamica* 38 (1973).
[37] Bruce B. Lawrence, "Al-Bīrūnī's Approach to the Comparative Study of Indian Culture," *Studies in Islam* 11, no. 1 (1978); Bruce B. Lawrence, "The Use of Hindu Religious Texts in Al Al-Bīrūnī's *India* with Special Reference to Patanjali's Yoga-Sutras," in *The Scholar and the Saint: Studies in Commemoration of Abu'l-Rayhan Al-Bīrūnī and Jalal Al-Din Al Rūmī,* ed. Peter J. Chelkowski (New York: New York University Press, 1975).
[38] Bruce B. Lawrence, "Shahrastānī on Indian Idol Worship," *Studia Islamica* 38 (1973): 72.
[39] Bruce B. Lawrence, *Shahrastānī on the Indian Religions*, 5.
[40] https://cerium.umontreal.ca/en/community/repertoire-departement/vue/patrice-brodeur-1/, accessed on January 23, 2019.
[41] Patrice Brodeur, "Islam and Other Religions," in *Encyclopedia of Islam and the Muslim* World, Richard C. Martin, ed. vol. 2 (New York: Thomson Gale, 2004), 364.
[42] Guy Monnot, *Islam et religions* (Paris: Maisonneuve & Larose, 1986).

[43] عمومی تاریخِ مطالعہ مذاہب پر وارڈن برگ کی اہم ترین تصانیف درج ذیل ہیں۔

Jacques Waardenburg, Classical Approaches to the Study of Religion: Aims, Methods and Theories of Research, 2 vols. (The Hague: Mouton, 1973); Jacques Waardenburg, *Religionen und Religion: Systematische Einführung in die Religionswissenschaft* (Berlin: Walter de Gruyter, 1986); Jacques Waardenburg, "The Problem of Representing Religions and Religion: Phenomenology of Religion in the Netherlands 1918-1939," in *Religionswissenschaft und Kulturkritik*, ed. Hans G. Kippenberg & Brigitte Luchesi (Marburg: diagonal-Verlag, 1991).
[44] Jacques Waardenburg, "Muslim Notions of Religion as Manifested in Interreligious Discourse," in *The Notion of" religion" in Comparative Research: Selected Proceedings of the XVIth Congress of the International Association for the History of Religions* (Rome, 3rd-8th September, 1990), ed. Ugo Bianchi et al (Rome: " L'Erma" di Bretschneider, 1994).
[45]Jacques Waardenburg, ed., *Scholarly Approaches to Religion, Interreligious Perceptions and Islam, Studia Religiosa Helvetica Jahrbuch* (Bern: Peter Lang, 1995).
[46] Jacques Waardenburg, "Observations on the Scholarly Study of Religions as Pursued in Some Muslim Countries," *Numen* 45, no. 3 (1998).
[47] Jacques Waardenburg, *Islam and Christianity: Mutual Perceptions Since the Mid-20th Century* (Leuven: Peeters, 1998).
[48] Jacques Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions: A Historical Survey*(Oxford: Oxford University Press, 1999),3-101.
[49] Jacques Waardenburg, Muslims and Others: Relations in Context (Berlin: Walter de Gruyter, 2003).
[50] Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions*, 9.
[51] Waardenburg, Muslims and Others: Relations in Context, 88-89.

[52] Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions*, 15.

[53] Waardenburg, Muslims and Others, 99-105.

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: 10.33195/uochirs-v3i22142020

[54] القرآن، سورۃ البقرۃ، 135:2 ۔

[55] Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions*, 15-16.

[56] ایضاً: 18۔

[57] ایضاً: 20-21۔

[58] M Mahfuz-ul-Haq, "Introduction," in *Majma'-ul-Baḥrain or the Mingling of the Two Oceans*, Muhammad Dārā Shikūh, M Mahfuz-ul-Haq tr. (Calcutta: Asiatic Society of Bengal, 1929), 12-13.

[59] Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions: A Historical Survey*, 25.

[60] ایضاً: 31۔

[61] عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، **المقدّمۃ** (القاہرۃ: مطبع مصطفیٰ التجاریۃ، 1997)، 435-437۔

[62] Waardenburg, Muslims and Others, 196.

[63] Waardenburg, ed., *Muslim Perceptions of Other Religions*, 25.

[64] شبلی نعمانی، **علم الکلام اور الکلام** (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1979ء)، 59-60۔

[65] Lawrence, *Shahrastānī on the Indian Religions*, 13-14.

[66] Peter Antes et al, "Religious Studies in the Context of Islamic Culture," in *Marburg Revisited: Institutions and Strategies in the Study of Religion*, ed. Michael Pye (Marburg: diagonal-Verlag, 1989), 150.

[67] Waardenburg, "Observations on the Scholarly Study of Religions as Pursued in Some Muslim Countries," 239.

[68] ایضاً: 246۔

[69] Waardenburg, Muslims and Others, viii.

[70] Wasserstrom, "Islamicate History of Religions?," *History of Religions*,408.

[71] Waardenburg, *Muslims as Actors*, 31.

[72] Waardenburg, *Muslim Perceptions of Other Religions*, 31.

[73] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ **الترمذي، الجامع الکبیر**، کتاب الدعوات، باب حدثنا أبو کریب، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1996، حدیث نمبر 3482، 5/467۔

@ 2020 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).